

قدر زادِ راہ بہتر ہے کہ جس سے سوال سے بچو۔ چنانچہ اس کے شانِ نزول میں منقول ہے کہ یمن کے لوگ بغیر زادِ راہ کے سفر حج کرتے تھے اور خرچ ساتھ لینا مکروہ جانتے تھے، پھر سوال کر کے حاجیوں کو دق کرتے تھے۔ (۲)

اسلام رحمت اور فلاح انسانیت کا دین ہے۔ اس نے عبادت کے ہر ایسے تصور کو ناپسندیدہ قرار دیا جس میں خود کو یا دوسروں کو تکلیف دینا دین سمجھا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو صرف اسی حد تک مکلف اور ذمہ دار ٹھہراتا ہے جس حد تک ان میں طاقت و وسعت ہو۔ وہ طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا (لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ إِلَّا وُسْعَهَا) (سورہ بقرہ: ۲۸۶) چنانچہ اسلام نے وہ تمام طریقے ختم کر دیئے جن میں محض ایذا ئی نفس کو عبادت سمجھا جاتا ہو۔ علماء نے اس کی وضاحت بھی کر دی کہ عبادات میں جو مشقت و تکلیف اضطراری حد تک شامل ہے وہ خود مقصود نہیں۔

یہ اصول (یعنی الدین یسد) شریعت الہی کے تمام احکام میں کارفرما ہے لیکن زمانہ جاہلیت کے حج میں چونکہ اس کی خلاف ورزی پر حد تکلیف رہ تھی اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر اس کی خصوصی طور پر بیخ کنی نہ کی گئی تو عبادات کا اسلامی تصور بھی جاہلی تصور کی نذر ہو جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے استطاعت کے اصول کا خاص طور پر ذکر کیا۔ ارشاد ہوا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (۳)

(لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے)

چنانچہ حج کے لیے استطاعت بنیادی شرط قرار پائی - لیکن استطاعت کا مفہوم زمانے کے حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اس لئے استطاعت حج کے بنیادی مباحث پر نظر ڈالنا ضروری ہے - ذیل کی سطور میں ہم استطاعت کے لغوی معنی کے بعد قرآن ، تفسیر ، حدیث اور فقہ کی روشنی میں استطاعت حج کا بنیادی مفہوم متعین کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ اس کی روشنی میں آج کے حالات میں استطاعت کے معانی اور اس کے اطلاق کے تعین میں مدد مل سکے -

استطاعت - لغوی معانی

” استطاعت “ کا اصل مادہ ” طوع “ ہے جس کے معنی حکم بجالانے اور ارادی اطاعت کے ہیں (۳) طوع باب استفعال میں استطاعت ہو کر ” طاقت “ اور ” قدرت “ کے مترادف ہو جاتا ہے - تاہم علمائے لغت نے استطاعت کے مفہوم کو ” طاقت “ اور ” قدرت “ سے ممیز کیا ہے - امام جوہری نے ” استطاعت “ کو ” طاقت “ کے ہم معنی قرار دیا ہے - لیکن ابن بری نے دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ استطاعت کا مفہوم انسان کے لئے خاص ہے جب کہ ” طاقت “ کا لفظ انسان اور حیوان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (۵) زبیدی (صاحب تاج العروس) نے بھی اس کی تائید کی ہے اور عمرو بن

معدیکرب کا شعر نقل کیا ہے - (۶)

اذا لم تستطع امراً فدعه وجاهزه الى ما تستطيع

امام راغب اصفہانی (۵۰۲ ھ) نے استطاعت کی مفہوم پر تفصیلی بحث کی ہے (۷) انہوں نے استطاعت کی تعریف یوں کی ہے ” یہ ایسی چیز کی موجودگی کا نام ہے جس سے فعل عمل میں آتا ہے - ” امام راغب کے نزدیک استطاعت کا مفہوم ” قدرت ” سے بھی خاص ہے - استطاعت کے مفہوم میں چار ایسے عناصر شامل ہیں جن کی موجودگی سے انسان اس فعل کو کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جس کا ارادہ کر رہا ہوتا ہے - (۱) فاعل کا مخصوص ارادہ (۲) فعل کا تصور (۳) فعل کو عمل میں لانے کے لئے مادہ کی استعداد (۴) آلہ فعل - ان چاروں چیزوں کے موجود ہونے پر ہی فعل عمل میں آ سکتا ہے اور یہ بات ” قدرت ” کے مفہوم میں شامل نہیں - چنانچہ اسی لئے ” استطاعت ” کی ضد ” عجز ” ہے اور ” قدرت ” کی ” ضعف ”

استطاعت کے اس لغوی مفہوم کی روشنی میں استطاعت حج کے لئے بھی ان چار عناصر کی موجودگی ضروری سمجھی جائے گی - ان میں پہلے دو یعنی فاعل کے ارادے اور فعل کے تصور کے بارے میں تو کسی بحث کی گنجائش نہیں البتہ آخری دو کے بارے میں اکثر خلط مبعث رہتا ہے - ان ہی دو کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارشادات میں اور فقہاء کو اپنی تشریحات میں بار بار وضاحت کرنی پڑی -

قرآن کریم اور تفاسیر

قرآن کریم میں استطاعت کا لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے تاہم اس مضمون کی نسبت سے سورہ آل عمران کی آیت **وَلِلّٰهِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** بنیادی اہمیت کی حامل ہے اس ضمن میں ہم چند اہم مفسرین کی تشریحات پیش کرتے ہیں۔

مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں دو مباحث کو مدنظر رکھا ہے اولاً استطاعت اور سبیل کے معانی کیا ہیں دوم آیا من استطاع الیہ سبیلًا ، **وَلِلّٰهِ حِجُّ الْبَيْتِ** کا بدل ہے ؟

استطاعت اور سبیل

حضرت عمر ، ابن بشار ، عمرو بن دینار ، ابن عباس ، عطاء ، سعید بن جبیر اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے سبیل کے معنی زادِ راہ اور سواری کے لئے ہیں (۸)۔ ابن عباس نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا : ” سبیل سے مراد ہے کہ آدمی تندرست ہو اس کے پاس راستے کا خرچ ہو اور سواری ہو “ (۹)

حضرت عکرمہ کے نزدیک سبیل سے مراد صحت اور تندرستی ہے (۱۰)۔ ابن زید کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ آدمی کے پاس خرچ جسم اور سواری تینوں کی طاقت ہو۔ حتیٰ کہ اگر وہ جسمانی طور پر اتنا کمزور ہے کہ چل نہیں سکتا تو اس پر حج واجب نہیں اگرچہ مالی طور پر وہ مضبوط کیوں نہ ہو۔

مفسرین کی ایک جماعت نے آیت میں لفظ استطاعت کا مطلب یہ لیا ہے انسان بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو ، چاہے پیدل پہنچے چاہے سواری پر ، تاہم ان کے نزدیک دوسرے

موانع کی موجودگی (مثلاً راستے میں دشمن ہو یا پانی کی قلت ہو) استطاعت کو زائل کر دیتی ہے۔ یہ مفہوم ابن زبیر، ضحاک عطاء، عامر اور حسن نے لیا ہے (۱۱)۔

امام شافعی نے استطاعت کی دو قسمیں قرار دی ہیں اور اس ضمن میں سنت کے ساتھ ساتھ اجماع سے بھی دلیل لی ہے۔ ان کے نزدیک ایک استطاعت یہ ہے کہ آدمی خود اس قابل ہو کہ وہ سواری پر چڑھ سکے اور آنے جانے کا خرچ اس کے پاس ہو۔ دوسری استطاعت یہ ہے کہ وہ اتنی مالی استطاعت رکھتا ہو کہ کسی دوسرے کو حج پر بھیج سکے۔ (۱۲)

ابن القاسم، اشہب اور ابن وہب امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا حکم لوگوں کی طاقت اور آسانی کے اعتبار سے ہے۔ اشہب نے سوال کیا، کیا اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے؟ فرمایا نہیں خدا کی قسم یہ محض لوگوں کی طاقت پر ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راستے کا خرچ بھی ہوتا ہے اور سواری بھی لیکن آدمی میں چلنے پھرنے کی قوت نہیں ہوتی (۱۳)۔

استطاعت کے مفہوم کی ان مختلف تعبیرات سے فقہی حکم کیا حاصل ہوتا ہے اس سے تو ہم بعد میں بحث کریں گے البتہ ان کے خلاصے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ، تابعین اور مفسرین کے نزدیک استطاعت کے مفہوم میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں :-

(۱) جسمانی استطاعت (۲) مالی استطاعت (آنے جانے کا

(خرچ)

(۳) سفر کے وسائل (۴) راستے کا امن

استطاعت فرضیت کی شرط

اکثر مفسرین کے نزدیک من استطاع الیہ سبیلا ، الناس کے بدل کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ امام طبری (۳۱۰ ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :-

” قول باری تعالیٰ من استطاع میں ” من ” ” الناس ” کے بدل کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ کیونکہ اس آیت کا مفہوم یوں ہے اللہ علی من استطاع من الناس سبیلا الی حج البیت حجه (لوگوں میں سے جسے حج بیت اللہ تک سبیل کی استطاعت ہو اس پر اللہ کی جانب سے حج فرض ہے) ۔ چونکہ آیت میں اس سے قبل ” الناس ” کا ذکر ” من ” سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے من استطاع الیہ سبیلا کہہ کر اس کی وضاحت کر دی گئی کہ ان مذکورہ لوگوں پر ہی حج فرض ہے ۔ کیونکہ یہ فرضیت سب کے لئے نہیں بلکہ بعض کے لئے ہے ۔ “ - (۱۴)

امام بیضاوی (۹۱ ھ) نے بھی من استطاع الخ کو الناس کا بدل اور مخصص بیان کیا ہے ۔ اس کی دلیل میں وہ ان مختلف احادیث کا حوالہ دیتے ہیں جن میں استطاعت کے معنی زادِ راہ اور سواری بیان کئے گئے ہیں ۔ مزید برآں انہوں نے امام ابو حنیفہ ، امام شافعی اور امام مالک کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے جو اس تخصیص کے قائل ہیں ۔ چنانچہ بیضاوی کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حج صرف اسی پر فرض ہے جو استطاعت رکھتا ہو (۱۵)

ابو بکر ابن عربی (۵۴۳ ھ) نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے البتہ مالکی علماء کے حوالے سے حدیث خوزی (اس کا ذکر بعد میں آئے گا) کی صحت میں شک کیا ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آیت میں عموم آ جائے گا اور تمام لوگوں پر حج فرض سمجھا جائے گا حالانکہ لوگوں کی اکثریت دور دراز ملکوں میں رہتی ہے اور ہر ایک کی استطاعت یکساں نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں اگر صرف زادِ راہ اور سواری کی شرط ہو تو مریض اور معصوب پر (یعنی ایسا کمزور آدمی جو سواری پر چڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو) حج فرض ہو جاتا لیکن امت کا اجماع ہے کہ ان پر حج فرض نہیں کیونکہ انہیں حج کی استطاعت نہیں (۱۶)

خلاصہ کلام یہ کہ مفسرین کی اکثریت کے نزدیک اس آیت کا اطلاق عمومی نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق صرف ان پر ہوتا ہے جو استطاعت رکھتے ہوں۔ استطاعت کے معانی کے تعین میں البتہ ان کے ہاں اختلاف ہے اور اس کی بنیاد وہ احادیث و آثار ہیں جن سے مفسرین اور فقہاء نے استدلال کیا ہے۔

احادیث

اس مضمون کی احادیث دراصل متن کے اعتبار سے صرف دو ہیں جو مختلف طرق سے بیان ہوئی ہیں اور انہیں ترمذی بیہقی ، ابن ماجہ اور شافعی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت ابن عمر سے روایت ہے اور دوسری حسن بصری نے مرسلً روایت کی ہے۔ ابن عمر والی حدیث کی ایک روایت کی اسناد میں ابراہیم بن یزید الخوزی آتے ہیں اس لئے اکثر یہ حدیث خوزی کے

نام سے معروف ہے۔

سنن بیہقی کے مطابق سفیان نے ابراہیم بن یزید الخوزی سے اور انہوں نے محمد بن عباد بن جعفر سے اور انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا۔

قال : قيل يا رسول الله ما السبيل الى الحج ، قال : السبيل :
الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (۱۷)

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حج کی سبیل سے مراد کیا ہے ؟ فرمایا سبیل سے مراد راستے کا خرچ اور سواری ہے)

بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک ابراہیم بن یزید الخوزی ضعیف ہے اور اس کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (۱۸) تاہم جہاں تک متن حدیث کا تعلق ہے وہ دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے جس سے اسے تقویت ملتی ہے۔ ابن ترکمانی (۴۵۷ھ) نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بیہقی کی تنقید کو مبالغہ قرار دیا ہے (۱۹)

دوسری حدیث حضرت حسن بصری نے رسول اللہؐ سے مرسلاً روایت کی ہے :-

سئل النبي عن السبيل : قال : الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (۲۰)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سبیل کے بارے میں دریافت کیا گیا فرمایا : راستے کا خرچ اور سواری)

ان احادیث کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے :-

قال : قال رسول الله من ملك زاداً وأراحلة فلم يحج ، مات يهودياً
او نصرانياً (۲۱)

(فرمایا - رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جس کی ملکیت میں زادِ
راہ اور سواری ہوئی لیکن پھر بھی حج نہیں کیا تو وہ یہودی یا
عیسائی ہو کر مرا) -

بعض محدثین نے ان احادیث کے اطلاق میں غلو کیا اور دیگر امور
کو نظر انداز کرتے ہوئے استطاعت کے مفہوم کو صرف زادِ راہ اور
سواری تک محدود کرنے کی کوشش کی اس پر اکثر مفسرین اور
فقہاء نے ان سے اختلاف کیا (۲۲) اور اس کا ایسا مفہوم متعین کرنے
کی کوشش کی جوہر علاقے اور زمانہ کے مسلمان پر صادق آسکے۔

فقہاء کی آراء

مالکی فقہاء

مالکی فقہاء نے استطاعت کی فقہی تعریف یوں کی ہے :-

امکان الوصول الى مكة بلا مشقة عظمت و امن على نفس و مال (۲۳)
(اس سے مراد کسی بڑی مشقت کے بغیر مکہ تک مال اور جان

کی سلامتی کے ساتھ پہنچنا ہے)

مالکی فقہاء کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ استطاعت حج
کی فرضیت کا سبب ہے یا شرط (۲۴) اور پھر جو اس کے شرط ہونے
کے قائل ہیں ان میں اس بات پر اختلاف ہے کہ یہ شرط وجوب ہے یا
شرط صحت -

ابن خلیل کے نزدیک استطاعت وجوب حج کا سبب ہے لیکن ابن

بشیر ، ابن شاس ، ابن حاجب ، ابن عرفہ اور دیگر مالکی فقہاء کے
نزدیک استطاعت وجوب کی شرط ہے (۲۵)
استطاعت سے مراد کونسی چیزیں ہیں ؟

ابن رشد نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ استطاعت
سے مراد جسمانی اور مالی استطاعت اور راستے کا پرامن ہونا ہے ۔
البتہ امام مالک کے نزدیک اگر پیدل چل کر پہنچنا ممکن ہو تو
سواری شرط نہیں اور اگر راستے میں روزی حاصل کرنے کا ذریعہ
ہو تو زادِ راہ بھی شرط نہیں خواہ بھیک مانگ کر ہی کرے (۲۶)
مالکی فقہاء نے اگرچہ امام مالک سے اصولاً اتفاق کیا ہے یعنی ان
کے نزدیک بنیادی شرط مکے تک پہنچنا ہے سواری اور زادِ راہ
بنیادی شرط نہیں تاہم زادِ راہ کی توجیہ میں انہوں نے امام مالک سے
اختلاف کیا ہے ۔ چنانچہ خطاب نے مالکی فقہاء کی آراء بیان کرتے
ہوئے لکھا ہے کہ مالی استطاعت سے مراد سفر حج کے دوران گھر
سے غیر حاضری کے عرصے میں بیوی بچوں کے اخراجات اور
گھر کے اٹارنے کے علاوہ مکہ معظمہ تک آنے جانے اور راستے کے خرچ
کی استطاعت ہے (۲۷)

صرف یہی نہیں ابن القصار کے نزدیک اگر کوئی ظالم سلطان
حج پر جانے کے لئے ایک مخصوص رقم بطور ٹیکس داخل
کرنے کا حکم جاری کر دے تو مذکورہ بالا اخراجات کے علاوہ اس
رقم کی استطاعت بھی شامل ہو گی ۔ اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو
حج واجب نہیں ہو گا (۲۸)

شافعی فقہاء

امام شافعی اصولاً اس کے قائل ہیں کہ اگر قرآن کی کوئی آیت مجمل ہو اور سنت میں اس کی تفسیر ملتی ہو تو قرآنی آیت کی اس تفسیر سے انکار ناممکن ہے (۲۹) چنانچہ احادیث میں زادِ راہ اور سواری کی جو شرط بیان ہوئی اسے امام شافعی نے اپنے استدلال کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ کو اپنے معذور والد کی جانب سے حج کرنے کی اجازت دی (۳۰) امام شافعی استطاعت کی دوسری صورت کی دلیل لاتے ہیں۔

چنانچہ امام شافعی کے نزدیک استطاعت دو طرح کی ہے

(۱) ذاتی استطاعت (۲) نیابت کی استطاعت

ایک صورت یہ کہ ایک شخص کو جسمانی اور مالی استطاعت ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ خود حج کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مالی استطاعت تو ہے لیکن جسمانی استطاعت نہیں یعنی وہ سواری پر خود چڑھ اتر نہیں سکتا۔ لیکن اگر وہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ کسی کو اپنی جگہ بھیج سکے تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خود حج پر جائے (۳۱) لیکن اگر اسے یہ قدرت بھی نہیں تو اس پر حج فرض نہیں (۳۲)

معنی المحتاج میں ذاتی استطاعت کی چار شرطیں بیان کی گئی

ہیں۔

(۱) اتنا زادِ راہ جو اس کے سارے سفر کے لئے کافی ہو۔

(۲) سواری

(۳) راستہ کا امن (۴) سواری پر کسی کی مدد کے

بغیر چڑھنے کی طاقت (۳۳)
حبلی فقہاء

حنابلہ کے ہاں بھی مباحث تقریباً وہی ہیں جو شوافع کے ہاں
ہیں اس لئے ان پر الگ سے بحث کی ضرورت نہیں -
حنفی فقہاء

احناف کے ہاں استطاعت وجوب حج کی شرطوں میں سے ایک
شرط ہے - تاہم حنفی فقہاء اور اصولیوں میں ایک خفیف سا
اختلاف پایا جاتا ہے - اصولیین کے نزدیک استطاعت وجوب کی شرط
نہیں بلکہ وجوب اداء کی شرط ہے - اس کے برعکس فقہاء کے
ز نزدیک استطاعت اصل وجوب کی شرط ہے (۳۴)
حنفیہ کے نزدیک استطاعت کا مطلب ہے :-

والقدرة على الزاد و الراحلة يشترط ان يكون فاضلاً عن المسكن
وعمالاً لا بدّ بدمنه كالخادم واثاث البيت وثيابه لان هذه الاشياء مشغولة
بالحاجة الاصلية ويشترط ان يكون فاضلاً عن نفقة عياله الى حين
عوده (۳۵)

(استطاعت میں جو زادِ راہ اور سواری کی قدرت مراد ہے
اس کی شرط یہ ہے کہ یہ مالی استطاعت گھہر اور اس کے ضروری
اخراجات مثلاً خادم ، گھہر کا سامان اور کپڑے وغیرہ کے علاوہ ہو
کیونکہ یہ اشیاء بنیادی ضرورتوں میں شمار ہوتی ہیں اور یہ بھی
شرط ہے کہ یہ استطاعت اس کی واپسی تک بیوی بچوں کے
اخراجات کے علاوہ ہو -

ابن عابدین شامی نے استطاعت میں تندرستی ، راستے کا امن اور محرم کو ادائیگی کی شروط قرار دیا ہے (۳۶)

کاسانی نے استطاعت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مریض ، معذور ، اباہج ، مفلولج اور ایسے بوڑھے پر جو خود سواری پر نہ چڑھ سکتا ہو ، حج فرض نہیں ہے (۳۷)

فتاویٰ عالمگیری میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے :-

” توشہ اور سواری کے مالک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو ۔ یعنی رہنے کے مکان ، لباس ، خادم اور گھر کے اسباب کے سوا اس قدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ کو جاوے اور آوے ۔ پیادہ چلنے کا اعتبار نہیں اور وہ اس کے قرض کے سوا ہو اور اپنے لوٹ کر آنے کے وقت تک اس سرمایہ کے علاوہ اپنے عیال کا خرچ اور مرمت مکان وغیرہ کا صرف دے سکے (۳۸)

منجملہ ان (شرائط) کے بدن کی سلامتی ہے ۔ اباہج پر حج واجب نہیں ۔ اسی طرح وہ بوڑھا جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اس پر بھی حج واجب نہیں اور مریض کا بھی یہی حکم ہے (۳۹)

خلاصہ مباحث

استطاعت کے مفہوم کی مندرجہ بالا بحث سے مجموعی طور پر مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :-

(۱) حج صرف اسی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو اور اسی وقت فرض ہو گا جب استطاعت ہو گی ۔

(۲) حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے ۔

(۳) استطاعت کے مفہوم میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں اگر

یہ نہ ہوں تو حج فرض نہیں ہو گا :-

(ا) جسمانی استطاعت :- جسمانی طور پر آدمی اتنی طاقت رکھتا ہو کہ بغیر کسی خاص مشقت کے سفر کر سکے اور مناسک حج ادا کر سکے - چنانچہ مریض ، معذور ، اباہج ، مفلوج ، ضعیف العمر اور ایسے لوگوں پر جو جسمانی طور پر دوسروں کے محتاج ہوں حج فرض نہیں -

(ب) محرم :- بعض فقہاء کے نزدیک چونکہ عورتیں بھی معذوری کی اس تعریف میں شامل ہوتی ہیں - جن کی بنا پر وہ سفر میں دوسروں کی محتاج ہوتی ہیں - اس لئے عورتوں کے ساتھ محرم کا ہونا استطاعت کے لئے شرط ہے چنانچہ اگر محرم ساتھ نہیں تو حج ساقط ہو جائے گا -

(ج) مالی استطاعت :- مالی طور پر آدمی کو اتنی استطاعت ہو کہ گھر سے بیت اللہ تک آنے جانے کا کرایہ ، راستے کا سفر قیام کا خرچ ، گھر کے اخراجات اور بیوی بچوں کے اخراجات سب کے لئے کافی سرمایہ موجود ہو - اگر اتنی استطاعت نہیں تو حج فرض نہیں ہو گا - یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ یہ استطاعت قرض سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اگر کسی کے ذمے قرض ہو تو استطاعت کا فیصلہ اس کی ادائیگی کے بعد کیا جائے گا -

(د) راستے کا امن :- فقہاء کے نزدیک اگر راستے میں امن نہ ہو - جنگ چھڑی ہوئی ہو ، دشمن کا علاقہ راستے میں پڑتا ہو ، سفر میں مال و جان کا خطرہ ہو تو یہ صورت حال عدم استطاعت شمار ہو گی -

جدید مسائل

گذشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ استطاعت کا بنیادی اُصول یہ ہے کہ شرعی احکام میں انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہرایا جاتا بلکہ ایسی صورت پیش آئے کہ کسی حکم کی بجا آوری طاقت سے باہر ہو تو اس حالت میں وہ حکم واجب نہیں رہتا۔ مختلف زمانوں میں فقہاء اور مفسرین نے استطاعت حج کی جو تعبیریں اور تعریفیں کیں بلکہ ”زاد“ اور ”سوارى“ کے علاوہ ”محرم“ اور ”راستے کے امن“ کی شرائط کا جو اضافہ کیا اس میں یہی اصول ان کے پیش نظر تھا۔ ان فقہاء کے زمانے کے مقابلے میں آج کے حالات بالکل بدل گئے ہیں لہذا استطاعت کے معانی اور تقاضوں میں بھی تبدیلیاں ہونا لازمی ہیں۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ استطاعت کے معانی پر نئے حالات کی روشنی میں غور کیا جائے۔

دور جدید میں جو بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں ان میں سے بعض تو محسوس اور واضح قسم کی ہیں جن کا حج کے سفر اور اس کے انتظامات پر اثر پڑنا لازمی ہے۔ مثلاً ذرائع آمدورفت پہلے کی نسبت کہیں بہتر ہیں لیکن اس کی وجہ سے سفر خرچ میں بھی اضافہ ہو گیا ہے، آبادی میں اضافے کی شرح بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہے اس کی وجہ سے ہر سال حاجیوں کی تعداد میں اضافہ ہونا لازمی ہے، اسی طرح زمانہ قدیم کے مقابلے میں ملکی سکوں کی کھپت کا دائرہ بالکل محدود ہے اس لئے بیرون ملک اخراجات کے لئے زرمبادلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ایسی

تبدیلیاں ہیں جو بہت واضح قسم کی ہیں اس لئے ان کے اثرات کو تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی تذبذب نہیں -

کچھ تبدیلیاں ایسی ہیں جو غیر محسوس قسم کی ہیں تاہم ان کے اثرات استطاعت کے مفہوم پر براہ راست پڑتے ہیں لیکن چونکہ ان تبدیلیوں کا ہمیں احساس نہیں اس لئے ان کے اثرات کو قبول کرنے میں ایک طرح کی ہچکچاہٹ ہے - ہم ان کے بارے میں مختصراً کچھ عرض کریں گے -

ان تبدیلیوں میں سے ایک استطاعت کا نیا تصور ہے جس میں انفرادی استطاعت کے ساتھ ساتھ ملک کی مالی استطاعت کا پہلو بھی سامنے آتا ہے - یہ تصور حکومت کے جدید تصورات اور تقاضوں کے تحت ابھرا ہے - آج کے دور میں شہریت کی تعریف اور شہریوں کے حقوق و فرائض کے تعین میں نہایت اہم تبدیلیاں آئی ہیں - نئے تصورات کے تحت اپنے شہری کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ملک کے اندر ہی نہیں ملک کے باہر بھی حکومت پر عائد ہوتی ہے - اس لئے انتظامات حج حکومت کے فرائض میں داخل ہوتی ہیں - اس کے ذمہ ہے کہ وہ سفر حج کو بہتر سے بہتر بنائے - سفر کے وسائل مہیا کرے - راستے میں پڑنے والے ملکوں خصوصاً سعودی عرب میں ان کے داخلے اور قیام کی رسمی شرائط کو پورا کرنے میں مدد دے وہاں قیام و طعام کی آسائشیں فراہم کرنے میں مدد کرے - اس طرح وہ ایک طرف حاجیوں کی دیکھ بھال کی ذمہ دار ہوتی ہے اور دوسری طرف دوسری حکومتوں سے اپنے حاجیوں کی صحت " تندرستی " حفاظت اور

دیکھ بھال کے لئے مراعات حاصل کرتی ہے ان کے ساتھ اس سلسلے میں تعاون کی پابند ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ان تمام انتظامات کے لئے حکومت کو بڑے پیمانے پر اخراجات کرنے پڑتے ہیں۔ ان اخراجات میں زیادہ تر زرمبادلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جہاں تک زرمبادلہ کی فراہمی کا مسئلہ ہے اس میں حکومتوں کے ذرائع محدود ہوتے ہیں چنانچہ اس طرح ملک کی مالی استطاعت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے یہ انتظامات حاجیوں کی غیر محدود تعداد کے لئے ممکن نہیں اس لئے اس سلسلے میں کچھ پابندیاں ضروری ہو جاتی ہیں اور یوں ملک کا مالی استطاعت کا مسئلہ روز بروز اہم ہوتا جاتا ہے۔

فقہاء کے زمانے میں حج کا انتظام انفرادی ذمہ داری تھی تو استطاعت کی تعریف بھی فرد کے اعتبار سے کی جاتی تھی آج جب کہ انتظامات حج کی ذمہ داری اجتماعی ہے اور ملک کی حکومت کے ذمہ ہے تو استطاعت کی تعریف کس وقت اس نئے زاویے کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کسی ملک کی استطاعت کی تعریف اس کے ذرائع آمدنی اور زرمبادلہ کی فراہمی کی استطاعت کے اعتبار سے ہو گی۔ چنانچہ جس طرح انفرادی سطح پر مالی استطاعت کا مفہوم یہ نہیں کہ انسان کے پاس صرف اتنا سرمایہ ہو کہ حج کے سفر پر جا سکے اور اس کے علاوہ گھر کے اور اہل و عیال کے اخراجات کے لئے سرمایہ نہ بچتا ہو اسی طرح کسی ملک کی مالی استطاعت کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ حج کے انتظامات پر خرچ کرنے کے بعد اس کے پاس ملک کے دیگر

اخراجات کے لئے زرمبادلہ نہ بچے کسی ملک کی مالی استطاعت کی تعریف یہ ہو گی کہ زرمبادلہ کی ملکی ضروریات کے بعد جو زرمبادلہ بچتا ہو اس میں جتنے حاجیوں کے سفر حج کے انتظامات ممکن ہوں ان سے زیادہ کے بارے میں حکومت کچھ پابندیاں عائد کرنے پر مجبور ہو گی اور یہ پابندیاں انفرادی استطاعت حج کی تعریف پر بھی اثر انداز ہوں گی۔

دوسری بات جو قابل غور ہے اس کا تعلق ہمارے تصور دین سے ہے۔ ہم یوں تو بڑے شدومد سے کہتے ہیں کہ اسلام میں عیسائیت کی طرح کلیسا اور بادشاہ کی تفریق موجود نہیں لیکن اندیشہ یہ ہے کہ عیسائی استعمار کے دور میں یہ تفریق کسی نہ کسی طرح ہمارے انداز فکر اور طرز عمل میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم فرائض دین اور واجبات حکومت میں واضح تفریق کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ ہم میں سے اکثر اول الذکر کی ادائیگی کے بعد مؤخر الذکر کی بجا آوری کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ مؤخر الذکر سے بچنے کی کوشش میں اکثر اول الذکر کی روح کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ سردست ہم اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ تاہم اس طرز فکر کا حج کے فریضے پر جو اثر پڑتا ہے اس کی طرف اشارہ ضرور کرنا چاہتے ہیں۔

حج کے انتظامات کے سلسلے میں حکومت مصالح عامہ کے پیش نظر کچھ قواعد وضع کرتی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ان کی پابندی کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان قواعد کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہوتی (۳۰) مثلاً پاسپورٹ کے سلسلے میں غلط معلومات

مہیا کرتے ہیں۔ تندرستی کے جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں۔ حج کے سلسلے میں جھوٹے حلفنامے داخل کرتے ہیں یا مختلف حیلے اختیار کرتے ہیں۔ اپنی عمر کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں، دوسری اور تیسری مرتبہ حج پر جانے کے لئے غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ خواتین ایسے لوگوں کے نام محرم کے طور پر درج کراتی ہیں جو شرعی طور پر ان کے محرم نہیں ہوتے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ محض حکومت کی پابندیوں کی خلاف ورزی نہیں کر رہے بلکہ دین کے بنیادی تصورات اور اصولوں کی مخالفت کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان تبدیلیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے طرز فکر کا تجزیہ کریں اور نئے تقاضوں کی روشنی میں استطاعت کے مفہوم کا تعین کرنے کی کوشش کریں اس ضمن میں چند معروضات غور و فکر کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) جسمانی استطاعت :- حاجیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے مناسب حج کی ادائیگی، تندرست و توانا لوگوں کے لئے بھی خاصی مشکل ہوتی جا رہی ہے کمزور اور بیمار لوگوں کے لئے تو اور بھی دقت اطلب ہے۔ اس ضمن میں اگر حکومتیں اپاہج، معذور اور ضعیف لوگوں کو حج پر جانے سے منع کریں تو یہ استطاعت کے شرعی مفہوم کے عین مطابق ہو گا۔

جسمانی استطاعت کے ضمن میں مریض کے لئے حج واجب نہ ہونے کے بارے میں فقہاء نے کافی تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ نئے تقاضوں کے تحت ”مرض“ کے مفہوم کو مزید وسعت دینا ضروری ہے۔

اس میں حفظانِ صحت کے وسیع تر معانی کو شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ تندرستی کی یہ تعریف کہ حج پر جانے والے چلنے پھرنے اور سواری پر چڑھنے اُترنے کی قوت رکھتے ہوں کافی نہیں۔ ایسے مریض جو چل پھر سکتے ہوں لیکن اگر وہ متعدی امراض میں مبتلا ہوں لیکن اگر وہ ان سے دوسروں کے بیمار ہونے کا خطرہ ہو تو ان کو بھی ایسے مریضوں میں شمار کرنا ضروری ہے جن پر حج واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے لوگ بھی جو حفظانِ صحت کے طریقوں کی پیروی نہ کرتے ہوں اور ان کی وجہ سے دیگر حاجیوں میں امراض پھیلنے کا خطرہ ہو ان پر بھی ایسی پابندیاں لگانا ضروری ہیں۔

(۲) مالی استطاعت :- اس ضمن میں سب سے اہم زرمبادلہ کا مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت کا مختصراً ذکر ہو چکا ہے چنانچہ مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حکومت یہ طے کرنے کی مجاز ہے کہ ایک حاجی کے سفر حج اور قیام و طعام کے اخراجات کے لئے کتنا زرمبادلہ درکار ہو گا اور اس لحاظ سے مالی استطاعت کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ کسی کے پاس اپنے گھر کے اور اہل و عیال کے اخراجات کے علاوہ اس قدر رقم موجود ہے جس کا اندازہ حکومت نے کیا ہے تو اس پر حج فرض ہو گا ورنہ نہیں۔

(۳) انتظامات کی استطاعت :- حج کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے حکومتیں مختلف پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ ان میں پاسپورٹ، سفر کے کاغذات، مختلف درخواستیں، حلف نامے اور دستاویزات وغیرہ کی فراہمی شامل ہیں ان کا تمام تر مقصد حاجی

کے جان و مال کی حفاظت ہوتا ہے۔ ان ہی کاغذات کی بنیاد پر حکومت باہر کی حکومتوں سے ضروری مراعات حاصل کرتی ہے۔ ان انتظامات میں روز بروز وسعت ہوتی جا رہی ہے اور حاجیوں کی تعداد میں روز بروز اضافے کی وجہ سے ان پابندیوں میں اضافہ بھی ناگزیر ہے۔ چونکہ یہ سارے انتظامات حاجیوں کی بہتری کے لئے ہیں اس لئے ان کی استعداد، استطاعت کے مفہوم میں اسی طرح ضروری ہے جس طرح فقہاء کے نزدیک ”راستے کا امن“ استطاعت کی شرط ہے۔

ہم نے ان جدید مسائل کی طرف مختصراً اشارہ کر کے ان کی روشنی میں استطاعت کے مفہوم کے تعین کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان معروضات کے ذریعے ہم اسلامی دنیا کے علماء اور فقہاء کی توجہ استطاعت حج کے ان نئے تقاضوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان مشکلات کو دور کیا جا سکے جن کی وجہ سے خطرہ ہے کہ استطاعت کے مفہوم کا جزو بن کر وہ کہیں ان معانی کے نظر انداز کرنے کا موجب نہ بن جائیں جن کی وجہ سے حج کا متبرک و بامقصد فریضہ دوسرے مذاہب کے ”مقدس سفروں“ سے ممتاز ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ صحیح بخاری - حصہ دوم (قاہرہ، امیریہ، ۱۳۱۱ھ) ص ۱۳۳
- ۲۔ تفسیر حقانی - جلد سوم (لاہور، ۱۹۵۱ء) ص ۳۲
- ۳۔ سورہ آل عمران : ۹۷

- ۳- ابن منظور (لسان العرب - جلد ثامن (بیروت ، ۱۹۵۶) ص ۲۳۰) طوع کو کرہ کا تقیض بیان کرتے ہیں - کلام عرب سے مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں جاء فلان طائفا مسكراً چنانچہ طوع ایسی اطاعت کے مفہوم کا حامل ہے جس میں مجبوری شامل نہ ہو ، ورنہ وہ طوع کے مفہوم سے خارج ہو جائے گا -
- ۵- ابن منظور ، لسان العرب ، جلد ثامن (بیروت ، ۱۹۵۶) ص ۲۳۲
- ۶- تاج العروس من جواهر القاموس ، ج ۵ ص ۲۳۳ ، ۲۳۵
- ۷- المفردات فی غریب القرآن (کراچی کارخانہ تجارت کتب ۱۹۶۱ء) ص ۳۱۳
- ۸- ابن جریر طبری جامع البیان عن تاویل آی القرآن (قاہرہ ، دارلعارف - ت - ن) جزء < ، ص ۳۹ - ۳۷
- ۹- ایضاً ص ۳۸
- ۱۰- ایضاً ص ۳۳
- ۱۱- ایضاً ص ۳۳
- ۱۲- امام شافعی ، احکام القرآن (قاہرہ ، ۱۹۵۱) جزء اول ص ۱۱۳
- ۱۳- ابو بکر بن العربی ، احکام القرآن (قاہرہ ، ۱۹۵۷) - قسم اول ص ۲۸۸
- ۱۳- طبری (محولہ بالا) ص ۳۶
- ۱۵- بیضاوی ، تفسیر انوار التنزیل (استانبول ، عثمانیہ ، ۱۳۱۳ھ) جزء اول ص ۲۲۱
- ۱۶- ابن عربی (محولہ بالا) ص ۲۸۹
- ۱۷- ابو بکر بیہقی ، السنن الکبریٰ (حیدر آباد ، ۱۳۵۰ھ) ج ۳ ص ۲۲۷
- ۱۸- ایضاً ص ۳۳۰
- ۱۹- ابن ترکمانی ، حاشیہ سنن بیہقی (محولہ بالا) ص ۳۳۰
- ۲۰- السنن الکبریٰ ، محولہ بالا ، ص ۳۲۷
- ۲۱- طبری ، محولہ بالا ، ص ۳۲
- ۲۲- ملاحظہ ہو طبری ص ۳۵ اور ابن عربی ص ۳۵ جنہوں نے ان » اخبار « کو استدلال کے قابل نہیں پایا کیونکہ ان کی اسناد ضعیف ہیں -
- ۲۳- مختصر ابن خلیل (باریز ، ۱۳۱۸ھ) ص ۵۲ -
- ۲۴- اصول فقہ میں سبب اور شرط میں یوں فرق کیا گیا ہے کہ السبب عبارة عما هو طريق الى الشئ من سلكه وصل اليه (سبب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شے کا راستہ ہو کہ جو اس پر چلے اس چیز تک پہنچ جائے) اور شرط کی تعریف اس طرح کی گئی ہے : اسم لما يتعلق به الوجود دون الوجوب (اس چیز کا نام ہے جس سے کسی چیز کا وجود متعلق ہو نہ کہ وجوب - یعنی اس سے اس کے وجود کا وجوب متعلق نہ ہو اصول فقہ میں اس فرق کو واضح کرنے کے لئے مثال دی گئی ہے کہ نماز کے حکم (اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس) میں زوال شمس » سبب « ہے - اور طہارت نماز کی شرط ہے - زکوٰۃ میں سال کا گذر جسانا

سبب ہے اور نصاب شسرط ہے۔ حج کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ اس میں بیت اللہ سبب ہے اور استطاعت شرط ہے۔ اس اختلاف کا مطلب مختصراً یوں ہوا کہ جو لوگ استطاعت کے سبب ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک جب بھی استطاعت ہو گی حج، فرض ہو جائے گا جب کہ دوسروں کے نزدیک حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔

۲۵۔ خطاب۔ مواہب الجلیل شرح مختصر ابن خلیل ج ۲ (قاہرہ: ۱۳۲۸ھ) ص ۳۹۰ وما بعد

۲۶۔ بداية المجتہد، ج ۱ (قاہرہ، ۱۹۶۹) ص ۳۳۰

۲۷۔ خطاب، محولہ بالا ص ۵۰۳

۲۸۔ التاج والاکلیل ج ۲ ص ۳۹۸

۲۹۔ ابن رشد، بداية المجتہد محولہ بالا، ص ۳۳۱

۳۰۔ حضرت فضل بن عباس سے روایت ہے کہ بنو خثعم کی ایک عسورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا: یا رسول اللہ میرے والد پر اللہ کی طرف سے حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ بہت بوڑھا ہے اور اونٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ رسول اللہ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے حج کرو۔

(جامع ترمذی، کانپور، مجیدی) ص ۱۲۳

۳۱۔ شامی، الأم، ج ۲ (قاہرہ، ۱۳۲۱ھ) ص ۹۶

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۳۳۔ مغنی المحتاج ج ۱، ص ۳۶۳ (قاہرہ، ۱۹۵۸)

۳۴۔ فتح القدیر، (قاہرہ، ۱۳۵۶ھ) ج ۲، ص ۱۲۷۔ اصول فقہ میں وجوب اور وجوب ادا میں

فرق کیا گیا ہے وجوب کا مطلب فعل کی ایسی حالت ہے کہ اس کا تارک فوراً مذمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور وجوب ادا کا مطلب ہے کہ فعل تو واجب ہو گیا لیکن اگر کوئی مانع موجود ہو تو اس کا تارک فوری طور پر مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ہو گا۔ فعل کے وجوب کی ایسی حالت کو وجوب ادا کہتے ہیں۔ لیکن فقہاء کے نزدیک وجوب ادا کے بغیر وجوب برمعنی اور نامکمل ہے اس لئے وہ اس فرق کے قائل نہیں۔

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۹۳

۳۷۔ کاشانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲ (قاہرہ، ۱۳۳۸ھ) ص ۱۲۱

۳۸۔ فتاویٰ عالمگیری ترجمہ سید امیر علی، جلد دوم (لکھنؤ، نولکشور، ۱۹۳۲)، ص ۳۱

۳۹۔ ایضاً ص ۳۳

۴۰۔ برصغیر پاک و ہند میں انتظامات حج کی ذمہ داری کب سے حکومت نے سنبھالی، اس کی

تاریخ کا تعین مشکل ہے لیکن ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۳ء کے سفرناموں میں (مثلاً منشی امیر احمد

کاکوروی کا سفر سعادت، لکھنؤ ۱۹۳۲ء اور خاموش فتح پوری کا مرقع حجاز، آگرہ،

۱۹۳۵ء) قریظینہ وغیرہ کی بابتدیوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور ایسے واقعات نقل ہیں جن

میں حج پر جانے والے غلط بیانی سے کام لے کر تندرستی کے سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے ضمن میں حکومت کی طرف سے عائد پابندیوں کو مذہب میں دخل اندازی سمجھا جاتا تھا اور ان کی خلاف ورزی کو جرم خیال نہیں کیا جاتا تھا اس سلسلے میں سب سے اہم ایک حکم یہ ہے جو ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۲ھ کے دوران پوچھا گیا۔ سوال تھا » اگر کوئی سلطنت اپنی مسلمان رعایا کے سفر حج پر جانے میں یہ شرط لگانے کہ » جس شخص کے پاس صرف مکہ معظمہ تک پہنچنے کا کرایہ ہو اور وہاں سے واپسی کا خرچ اس کے پاس نہ ہو تو اس کو جہاز کا ٹکٹ نہ دیا جائے » تو آیا یہ حکم بموجب شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم مسلمان کے مذہبی معاملات میں مداخلت سمجھا جائے گا یا نہیں اور آیت و اللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سیلا میں مصارف واپسی کی استطاعت بھی داخل ہے یا نہیں ؟

مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی دیوبند نے اس کا جو جواب دیا وہ یہ حد دلچسپ ہے اور اس تفریق کی غمازی کرتا ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس کو تسلیم کرتے ہوئے کہ واپسی کا کرایہ بھی استطاعت کے مفہوم میں شامل ہے مفتی صاحب اس کی تاویل کرتے ہیں اور حکومت کی جانب سے ایسی قیود اور پابندیوں کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں » اس میں کوئی شک نہیں کہ حج بیت اللہ کی فرضیت کے لئے اس قدر مال ہونا جو حاجی کی تمام ضروریات سفر و حضر کو کافی ہو شرط ہے۔ مگر اس میں بھسی تاویل تھی کہ مذہب اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان غریب یا امیر حج ادا کرے اور ایک دفعہ پر بس نہ کرے۔ غیر مذہب والے اور ناواقف گسو اس عبادت کو وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں اور مجنونانہ حرکت سمجھیں مگر وہ مسلمان جو اس حکم کے اغراض و مقاصد کو سمجھتے ہوئے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ اس کی نظر میں حج بیت اللہ اسلام کے لئے کس قدر مہتمم بالشان، ضروری اور مفید و واجب التعمیل ہے۔ اس حالت میں ادائے حج کے لئے ایسی قیدی لگانا جس سے حاجیوں کو جانے میں تنگی پیش آئے یا غریبوں کا جانا بالکل موقوف یا کم ہو جائے بالیقین مذہبی مداخلت ہے اور اس آزادی کے خلاف ہے جو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے مذہب والوں کو دی گئی ہے۔ پس مسلمان کو ان قیود کے ہٹانے کی کوشش کرنا اور گورنمنٹ سے درخواست کرنا فرض اسلام ہے »

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتبہ مفتی محمد شفیع، کراچی، مکتبہ دارالاشاعت ت۔ ن ص ۱۲۱۳)

انگریزوں کی حکومت کی مخالفت میں اس قسم کے فتوے کی مصلحت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے لیکن اس سے احکام شریعت کی، اطاعت میں جو دوئی کا تصور ابھرتا ہے اس کے اثرات اور نقصانات بہت دور رس ہیں چنانچہ اس کی شہادت ہمیں اسی زمانے کے ایک سفرنامے سے ملتی ہے۔ مرقع حجاز (محولہ بالا ص ۲۷۹) کے مصنف اپنے ۸ شوال ۱۳۵۳ھ کے روزنامے میں لکھتے ہیں » آج سنا گیا ہے کہ بہت سے ایرانی حاجی ریاض کے راستے سے پیدل آئے ہیں۔ مفلس تھے اس لئے ملک العجاز والنجد (نہ اپنی موٹر لاریوں پر ان کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ حکومت حجاز نے بار بار اعلان کر دیا ہے کہ جس کے پاس چھ سات سو روپے کا ڈول نہ ہو وہ حج کا ارادہ نہ کرے کیونکہ اس پر فرض نہیں۔ «



۱۵۲

خدا بخش لائبریری جرنل

لائبریری کے ذخیرہ میں محفوظ اہم عربی ،
فارسی اور اردو مخطوطات پر تحقیقی مضامین ،
اسلامیات اور عہد حاضر کی اسلامی دنیا پر
ماہرین علوم مشرقیہ کے محاضرات ، قدیم اردو
رسائل کے منتخبات اور دوسرے علمی مقالات
پر مشتمل خدا بخش لائبریری کا سہ ماہی رسالہ

زرسالانہ :

ہندستان ۶۰ روپے

پاکستان ۱۲ ڈالر

دیگر ممالک ۲۳ ڈالر